© rasailojaraid.com

اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء

مصنف : ڈاکٹر محمد اطہر علی

تبصرہ نگار : عبدالرؤف خاں ایم اے (ادوری کلاں راجستھان)

اورنگ زیب کی عظمت وشوکت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس اولوالعزم شہنشاہ پر اب تک جتنا لکھا گیا ہے شاید ہی کسی سمراٹ، سلطان یا کسی دیگر مغل حکمراں پر لکھا گیا ہو۔ ڈاکٹر محمد اطہر علی کا تحقیقی مقالہ 'THE MUGHAL NOBILITY UNDER AURANGZEB' بھی اسی سلسلہ کی طلائی کڑی ہے۔ جسے موصوف نے سنہ ۱۹۶۱ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں پیش کرکے ڈاکٹر آف فلاسفی کی ڈگری حاصل کی تھی۔ یہ گرانقدر مقالہ زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر سنہ ۱۹۶۶ء میں منظرِ عام پر آیا۔ مقالہ کی افادیت کے پیشِ نظر ترقی اردو بیورو وزارتِ تعلیم حکومت ہند نے بہ اشتراک انڈین کاؤنسل آف ہسٹاریکل ریسرچ، اسے "اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء" کے نام سے جناب امین الدین صاحب سے اردو میں ترجمہ کروایا اور جنوری۔ مارچ سنہ ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔ اصل مقالہ سے، سرجدوناتھ سرکار اور دوسرے مؤرخین کے، اورنگ زیب پر عائد کردہ الزامات کی تردید ہوجاتی ہے۔ بہ ایں سبب اسے قومی اتحاد و ہم آہنگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے تناظر میں اردو میں منتقل کرنا یقیناً قابلِ ستائش کام تھا۔ لیکن اصل معیار وقیع اور بلند پایہ نیز منطق و تحقیق سے ترجمہ اس معیار کو نہ پہونچ سکا۔ چنانچہ تاریخ کے ایک ادنیٰ طالب علم کی حیثیت سے کارپردازانِ ترقی اردو بیورو کی توجہ ترجمہ کے سلسلہ میں چند امور کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں جو درجِ ذیل ہیں:

متذکرہ بالا تصنیف میں بعض تاریخی مصطلحات، کتابیات اور مقامات و رجال کے ناموں کا املاء بیشتر صفحات پر غلط ثبت ہوا ہے۔ ممکن ہے ایسا کاتب کی کم سوادی کے سبب ہوا ہو۔ بہرحال ص ۲۴۰ پر اورنگ زیب کے میرِ عسکر عاقل خاں رازی کو دو دفعہ "عاقل خاں راضی" تحریر فرمایا ہے۔ یہ وہی عاقل خاں رازی ہے جس نے شہزادہ اورنگ زیب کو، جبکہ اُس کی طبیعت اپنی پرستارِ خاص زین آبادی کو عالمِ شباب میں انتقال کر جانے کے سبب، نہایت مضمحل اور نڈھال تھی۔ فی البدیہہ حسب ذیل شعر ؎

عشق چہ آساں نمود آہ چہ دشوار بود
ہجر چہ دشوار بود یار چہ آساں گرفت

سنا کر شہزادہ کی مصاحبتِ خاص حاصل کر لی تھی۔ فنِ موسیقی کی مشہور کتاب راگ درپن کے مصنف اور معروف شاعر ناصر علی سرہندی کے ممدوح امیر فقیر اللہ سیف خاں بن تربیت خاں کو ص ۲۵ پر اور ایک دوسرے امیر سیف خاں بن سیف الدین محمود" کو ص ۲۵۵ نیز لفظ "سیف" کو دیگر صفحات پر کم از کم تیرہ دفعہ "صیف خاں" لکھا ہے۔ ممکن ہے فاضل مترجم کے نزدیک مذکورہ دونوں امرا کی عمرِ گرانمایہ صیف و شتا (موسم گرما و سرما) میں خورش و پوشش کی احتیاج ہی میں صرف ہوئی ہو ؎

عمرِ گرانمایہ دریں صرف شد   تا چہ خورم صیف و چہ پوشم شتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عوض وجیہ عہد شاہجہانی میں مفتی لشکر اور دورِ عالمگیری میں محتسب عسکر مقرر کیے گئے تھے۔ ملائے مرحوم جیسا متشرع محتسب شاید ہی کوئی دوسرا ہوا ہو۔ مرتبین فتاویٰ الہندیہ المعروف بہ فتاویٰ عالمگیریہ میں بھی آپ کا شمار ہے۔ بہرکیف ان باتوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے، زیرِ نظر تصنیف کے ص ۱۳۶ نیز ۲۸۹ پر ہمیں "عوض" اور "وجیہ" "عیوض" اور "وجیح" لکھے ہوئے ملتے ہیں۔ عیوض یائے مجہول اور وجیح حائے حطی سے نہیں لکھنا چاہیئے۔

اکبرآباد کا قلعہ دار 'رعد انداز خاں' جو ستنامیوں کی شورش کو فرو کرنے کے صلہ میں شجاعت خاں کہلایا، اورنگ زیب کا نہایت معتمد منصب دار تھا۔ چنانچہ شیواجی کو پہلے انہی کی تحویل میں نظربند کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ غیر فاضل مترجم کو "رعد انداز خاں" کے بارے میں یہ باتیں مستحضر نہ بھی ہوں تو کوئی فرق واقع نہیں ہوتا؛ لیکن 'انداز' جو انداختن مصدر سے مشتق ہے اور رعد کے سابقہ کے ساتھ 'برق انداز' کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اسی ترکیب پر 'تیر انداز' وغیرہ بنتے ہیں۔ اسی رعد انداز کو ص ۷۰، ۱۳۸ نیز ۲۳۲ پر 'رعد اغماز' ارقام فرمایا ہے۔ گویا شجاعت خاں کی تمام رعد اندازی بیک جنبش قلم مسترد کر دی گئی۔ رعد انداز خاں چونکہ اکبرآباد کا قلعہ دار تھا چنانچہ اس تاریخی شہر کی مناسبت سے یہاں یہ عرض کر دینا نامناسب نہ ہوگا کہ اسے ص ۲۴۷ پر قوسین میں آگرہ آباد تحریر فرمایا ہے۔ اگر اسی خوبصورت ترکیب پر ہمارے ملک کے چند دیگر شہروں کو قیاس کر لیا جائے تو پھر شاہجہان آباد "دہلی آباد" اور عظیم آباد "پٹنہ آباد" کہلائے گا۔ بہرحال "آگرہ" اور "اکبرآباد" الفاظ کا یہ حسین امتزاج پہلی دفعہ نظر سے گزرا۔ تاریخ سے معمولی شغف رکھنے والا طالب علم شائستہ خاں کی قد آور شخصیت سے واقف اور اردو زبان کا مبتدی بھی اس لفظ کے املا سے آگاہ ہے لیکن ہماری نگاہ کتاب کے ص ۱۸۷ پر سائستہ خاں، اور ص ۲۰۵ پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"شائستہ خاں" سے دوچار ہوتی ہے ممکن ہے یہ تصحیف ہو۔

شہزادہ عالیجاہ دارا شکوہ کو ص ۴۳ پر "دارہ شکوہ" اور ان کے فرزند سلیمان شکوہ کو ص ۱۴۳ پر "سلمان شکوہ" نیز دارا کے استاذِ محترم شیخ میرک ہروی کو ص ۱۴۰ پر "ہاروی" بنا دیا ہے۔ وقائع دکن کے مصنف نعمت خان عالی کا شمار عالمگیری عہد کے ممتاز شعرا میں بھی ہوتا ہے۔ یہ محاصرۂ قلعۂ گولکنڈہ میں جو آٹھ ماہ تک مسلسل جاری رہا تھا، از اول تا آخر شریک تھے۔ فاضل مترجم نے ان کی مذکورہ بالا تاریخی تصنیف کو ص ۲۴۱ پر "واقعات" اور موصوف کے نام کو "نعمت خانِ علی" یا "نعمت خاں علی" تحریر فرمایا ہے۔ اورنگ زیب کے درجۂ اول کے منصب دار اور "میر بخشی" عزیز اللہ بہرہ مند خاں کو ص ۱۷۴ نیز دیگر صفحات پر مکرر سہ کرر "بہرا مند خاں" بنا دیا ہے۔ شکر ہے کہ اسے "گراں گوش خاں" نہیں لکھا کیونکہ بہرا اُس شخص کو کہتے ہیں جسے اونچا سنائی دے۔ ورنہ سب جانتے ہیں کہ ؎

غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقولِ ناسخ

آپ بے بہرہ ہے جو معتقدِ میر نہیں

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رح کے جلیل القدر خلیفہ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح سے کون واقف نہیں؟ فیروز شاہ تغلق کی تخت نشینی اور تمام تر فیروز مندیاں آپ رح ہی کی دعاؤں اور توجہات کی رہین منت تھیں۔ مترجم موصوف نے انہی بزرگوار محترم کا اسم گرامی "ناصر الدین" (ص ۲۴۷) رقم فرمایا ہے۔ دیگر بہت سے امراء کے نام بھی صحیح طور پر ضبط تحریر میں نہیں آسکے ہیں مثلاً: مکرمت خاں ص ۲۷۳ کے علاوہ دوسری دو جگہ "مکرمات خاں" بایزید ص ۱۰۶ پر "بانذید" ایزد بخش ص ۱۳۸ پر "ایذد بخش" یزدی ص ۲۶۴ پر "یذدی"، ہژبر خاں ص ۲۸۰ پر "ہذبر خاں" علی مردان ص ۱۰۷ پر "علی مرادن" شمس الدین خویشگی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو ص ۲۹۶ نیز دیگر صفحات پر کم از کم آٹھ دفعہ "شمش الدین خشگی" مرزا لہراسپ کو ص ۲۹۲ پر "لہراست" "معتزخاں کو ص ۲۶۳ پر "مفتقارخاں" اور ص ۲۹۶ پر "مفتوز خاں" قباد خاں میر آخور کو ص ۲۷۵ پر "میر آخر" کر دیا ہے "میر آخور" داروغۂ اصطبل یا سردارِ طویلہ کو کہتے تھے جو ایک اہم عہدہ تھا۔ اسی طرح فیروز کو جا بجا "فروز" فدائی خاں کو دو دفعہ فداٹی خاں اور کیقباد کو ص ۲۷۵ پر "قیکباد" ارقام فرمایا ہے اور نوبت بہ ایں جا رسید کہ رشید خاں کو ص ۲۲۴ پر "رسید خاں" ممکن ہے خانِ موصوف آمد و خرچ کی رسیدات کے "داروغہ" رہے ہوں۔ صاحبِ رقعاتِ حسن یعنی سید ابوالحسن (۱۶۶۶ء) کو ص ۲۲۴ پر "سید عبدالحسن" لکھا ہے۔ مترجم موصوف نے عالم اسلام کے مستند ترین عالمِ دین حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کا اسم گرامی تو ضرور پڑھا اور سنا ہوگا۔ اس مناسبت سے ہی اسے درست لکھا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مشاہیر بھی اس نام کے ہو گذرے ہیں نیز ابوالحسن اور عبدالحسن کے معنیٰ میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خیر آج کل اردو سے ناواقف لوگ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کو بھی "عبدالکلام" ہی بولنے لگے ہیں۔ فی الحقیقت تاریخ کی کتابوں کے مترجمین کو بقول محترم پروفیسر محمد اسلم صاحب، پنجاب یونیورسٹی لاہور "رجال و اماکن کا علم ہونا بھی ضروری ہے اور جب تک مترجم تاریخ سے واقف نہ ہو اس وقت تک وہ اس کام کو ہاتھ نہ لگائے" (ماہنامہ برہان دہلی۔ فروری ۱۹۸۱ء) رجال و شخصیات کا حال قارئین نے ملاحظہ فرما لیا۔ اب ایک نظر امصار و مقامات پر بھی ڈال لی جائے۔

اورنگ زیب کے قابل ترین کماندار مرزا راجہ جے سنگھ کچھواہہ اور شیواجی کے مابین ۱۶۶۵ء میں بمقام "پرندر" مشہور صلح ہوئی تھی جس کے بعد ہی شیواجی مغل دربار میں آگرہ حاضر ہوا تھا۔ پرندر کی اس صلح سے بچہ بچہ واقف ہے لیکن اس مقام کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

برہان پور [illegible]

نام ص ۲۰۱ پر "پانہ دھر" (اصل ۲۰۵ پر) "پورن دھر" لکھا ہوا تھا ہے جس سے اشتباہ
ہوتا ہے کہ یہ کسی مقام کا نام نہ ہو کر خود کا نام ہے۔ بادشاہ وطن میں بہت سے لوگوں
کے نام "پورن دھر" ہیں۔ شہنشاہ اورنگ زیب اور شجاع کے درمیان [illegible]
میں کھجوا کے میدان میں شدید جنگ واقع ہوئی تھی۔ اسے کاتب کی نوکِ قلم نے
"پھوا" یعنی سنگِ پشت بنا دیا ہے (ص ۱۸۲)۔ کھجوا کی مناسبت سے بطور جملہ معترضہ
یہاں یہ عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ اسی جنگ میں جودھپور کے راجہ جسونت سنگھ
نے، جسے اورنگ زیب نے یمین کی کمان سپرد کی تھی، لڑائی سے ایک رات قبل شجاع
سے ساز باز کر لی مگر شہنشاہ نے اس کی اس غداری پر عفو و تحمل کا ثبوت دیتے
ہوئے کوئی باز پرس نہ کی البتہ چونکہ جے سنگھ کی وساطت سے اورنگ زیب اس
کی گزشتہ تقصیرات کو معاف کر چکا تھا چنانچہ اس کی اس سازش اور غداری کے
سلسلہ میں جے سنگھ کو جو کچھ لکھا اس کا ایک قابلِ توجہ (Remarkable)
فقرہ یہ ہے: "آنچہ او کرد شاید ہیچ کم ذات یا سپاہیے نہ کند چہ جائے راجپوت
از خانوادۂ کلاں۔" قزوین مضافاتِ ایران میں ایک شہر کا نام ہے یہاں کے باشندے
کو از روئے صفتِ نسبتی قزوینی کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ص ۱۲۶ کے حاشیہ ۳ پر
"قفنونی" لکھا ہوا ہے غالباً یہ پادشاہ نامہ کے مصنف محمد امین معروف بہ امینائے
قزوینی کے لئے بطور اختصار یہ تحریر فرمایا ہے۔ مغل عہدِ حکومت میں حصار فیروزہ کی
جاگیر اسی شہزادہ کو تفویض ہوتی تھی جسے تخت و تاج کا وارث خیال کیا جاتا تھا
گو یہ بات دیگر ہے کہ اس امر کا فیصلہ اکثر میدانِ جنگ ہی میں ہوتا تھا [illegible]
کی اہمیت سے کسی کو انکار نہیں۔ ہے آج کل ہریانہ میں [illegible]
"حسار" لکھا ہے۔ مغل تاریخ میں [illegible]
کو درست [illegible]

© rasailojaraid.com

صاحب سیفؒ اقلم نواب مرتضیٰ خاں شیخ فرید بخاری جنھیں مجدد الف ثانیؒ "سیادت پناہ" کہہ کر مخاطب فرماتے تھے اور جنھوں نے جہانگیر کو تخت نشین کرنے میں نمایاں رول ادا کیا تھا۔ یہ جہانگیر کے میر بخشی بھی تھے، نیز سید حسن علی خاں قطب الملک ان کے برادرِ خورد امیر الامراء سید حسین علی خاں فوجدار ہنڈون و بیانہ وغیرہ۔ یہ دونوں بھائی "سید برادران" یا "بادشاہ گر" کے نام سے بھی تاریخ میں معروف ہیں۔ بہرحال یہ لوگ سادات بارہہ اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے اجداد کو یا تو بارہ گاؤں جاگیر میں عطا ہوئے تھے یا وہ بارہ بستیوں میں سکونت پذیر تھے۔ چنانچہ "بارہ" کثرتِ استعمال کے سبب "بارہہ" ہو گیا۔ سادات بارہہ سے اورنگ زیب بھی محتاط رہتا تھا۔ اسی بارہہ کو تقریباً بیس جگہ "بارہا" لکھا ہے جس کی ابتدا ص ۱۴۱ سے ہوتی ہے اور یہ سلسلہ ص ۴۴۳ تک جاری رہتا ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ "بارہا" کسی مقام سے منسوب نہ ہو کر محض تابع فعل ہے جو "کئی بار، بہت دفعہ اور اکثر" کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ٹھٹہ یا ٹھٹھو (سندھ) کے باشندہ کو ٹھٹھوی کہا جاتا ہے۔ لیکن فاضل مترجم نے عبدالرشید صاحب فرہنگ رشیدی کو ص ۳۴۶ پر "ٹٹادی" بنا دیا ہے۔ مسلمانوں کی آمد سے قبل ٹھٹھہ خاندان سومرہ کا دارالحکومت تھا اور جلال الدین محمد خوارزم شاہ نے چنگیز خاں سے شکست کھا کر سنہ ۶۲۰ھ میں اسی ٹھٹھہ میں آ کر مستقل قیام کیا تھا۔ نیز ملک غنی جس نے سلطان محمد تغلق سے بغاوت کی تھی، یہیں کا حاکم تھا۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے نامور معاصر مخدوم معین الدین بھی ٹھٹھوی ہی تھے۔

[illegible] کو ص [illegible] پر "پٹیالین" راجستھان کے انڈسٹریل شہر [illegible] کے شہر شولاپور کو ص ۳۲۱ پر "شعلہ پور" [illegible] واکن کیرا کو ص ۱۲۸ پر "واکن کیڑہ"

© rasailojaraid.com

اور اراکان (آسام) کو ص۲۴۳ پر "آراکان" ارقام فرمایا ہے۔

صاحبِ مقالہ ڈاکٹر محمد اطہر علی صاحب نے جن تصانیف سے مراجعت فرمائی ہے فاضل ترجمہ نگار نے ان میں سے کئی تصنیفات اور ان کے مصنفین کے ناموں کا اندراج درست نہیں فرمایا۔ مثال کے طور پر موصوف ہی کے ہمنام محمد امین الدین خان عالمگیری کی مشہور تصنیف "معلومات الآفاق" کو جا بجا "معلومات الافاق" لکھا ہے اس کی شروعات ص۱۱۱ سے ہوتی ہے اور ایک دوسری تصنیف خلاصۃ السیاق کو متعدد صفحات پر "خلاصیۃ السیاق" اس کی ابتدا بھی ص۱۱۱ سے ہی ہوئی ہے۔ میر جملہ کے فتح آسام اور کوچ بہار کے حالات پر مشتمل تاریخی تصنیف "فتحیہ عبریہ" اور اس کے مؤلف شہاب الدین طالش سے کم از کم اورنگ زیب پر تحقیق کرنے والے ریسرچ اسکالر ضرور واقف ہیں لیکن زیرِ تبصرہ کتاب کے صفحہ ۳۴ پر مترجم موصوف نے طالش کو "تالش" اور ان کی تصنیف کو "فتح عبریہ" تحریر فرمایا ہے۔ فتحیہ عبریہ کا اول حصہ تاریخ ملوک آسام کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ فاضل مترجم نے اسے "تاریخ ملوک آشام" بنا دیا ہے۔ دُند آشام، خون آشام وغیرہ تراکیب تو رائج ہیں مگر ملوک آشام کی نادر ترکیب پہلی دفعہ دیکھنے میں آئی۔ آشام، آشامیدن (پینا) کا حاصل مصدر ہے۔

ہفت گلشن محمد شاہی المعروف بہ "تذکرۃ السلاطین چغتائی" مؤلفہ محمد ہادی کامور خاں کافی مشہور تصنیف ہے جس میں تیموریہ خاندان کے ۱۷۲۵ء تک کے حالات ملتے ہیں۔ اسی معروف تاریخی تصنیف کو ص۱۱ پر "تذکرۃ السلاطینِ چغطہ" نیز ص۲۲۱ پر "تذکرۃ السلاطین چغتا" لکھا گیا ہے۔ اردو ادب کی مشہور و معروف ادیب محترمہ عصمت چغتائی کا نام آج کل اردو حلقوں میں نوکِ زبان ہے لیکن فاضل مترجم شاید انہیں درخورِ اعتنا نہیں سمجھتے۔ امام المتاخرین شیخ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (متوفی ۱۷۶۲ء) کے سیاسی مکتوبات کو محترم المقام پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس وقیع کتاب کو ص ۳۳۵ پر "سیاست مکتوبات" اور جناب لال رام صاحب کی تالیف "تحفۃ الہند" مطبوعہ ۱۱۴۸ھ کو ص ۲۲۹ پر "تحفت الہند" نیز الشلئے زبدۃ العرائض کو ص ۲۴۴ پر "..... زبدۃ ....." تحریر کیا ہے۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ ضیاء الدین برنی سے شاید ہی کوئی طالب علم ناواقف ہو لیکن اسے ص ۱۴۰ پر "تاریخ فروز شاہی"۔ گوپال شیامل داس کے ہندی زبان میں لکھے گئے مشہور اتہاس "دیرونود" (بیربنود) کو ص ۱۲۷ پر "دریود نود" اور مسالک الابصار فی ممالک الامصار کو مضحکہ خیز حد تک "مثالک الاثبار فی ممالک امثار" (ص ۶۵) تحریر فرمایا ہے۔ اسی طرح ص ۳۴۶ پر پرچہ جات (Purchas) کو "پرکاس" اور ص ۱۰۶ پر "پرکاش" (روشنی) لکھا ہے۔ اچھا ہوا کہ اسے "پرخاش" نہیں لکھا ص ۳۴۶ پر ہی "Purchas His Pilgrimes" کا ترجمہ "پرکاس کی سیاحت" کیا ہے جو نہایت معنی خیز ہے۔ اب تک چینی سیاح فاہیان و لوان شوانگ، عراقی سیاح سلیمان سیرانی عرف سلیمان سوداگر، ایرانی سیاح بزرگ بن شہریار اور مشہور سیاح ابن بطوطہ اور مارکوپولو وغیرہ کے ناموں سے تو راقم الحروف کسی قدر شناسا تھا لیکن "پرکاس کی سیاحت" فقرہ پڑھنے سے معلوم ہوا کہ عہد اورنگ زیب میں "پرکاس" نام کا بھی کوئی سیاح ہو گذرا ہے۔ شاہ جہاں نامہ (عمل صالح) کے مصنف محمد صالح کنبو کو ص ۳۴۰ پر "کمبو" بروزن "شمبھو" ثبت کیا ہے۔ حیرت تو یہ ہے کہ اردو ادب کی مشہور و معروف شخصیت مولانا امتیاز علی خاں عرشی رامپوری مرحوم کو ص ۳۴۳ پر "عروش" بنا دیا ہے۔ مولانا ئے مرحوم غالبیات کے تنا ور اساطین اربعہ میں سے ایک تھے۔ بقیہ تین بقول جناب دوارکا داس شعلہ، قاضی عبدالودود، ڈاکٹر مختار الدین احمد اور گرامی قدر مالک رام صاحب ہیں۔ دعا ہے کہ مؤخر الذکر بزرگ کو اللہ تعالیٰ اردو زبان و ادب کی خدمت کے لئے تادیر زندہ و سلامت رکھے۔ موصوف کا پایہ اسلامیات میں بھی کافی بلند ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم تاریخ کی بعض معروف اصطلاحات کو بھی غلط لکھا گیا ہے مثلاً احدی جو اکبر کے زمانہ سے مغلوں کے یہاں ایک مخصوص فوجی عہدہ تھا، تقریباً ہر جگہ "آہدکا" یا "آہدیوں" اور "آہدیلیوں" لکھا ہوا ملتا ہے جس کی شروعات ص ۲۱ سے ہوتی ہے اور ص ۲۱۴ تک جاری رہتی ہے۔ دراصل لفظ "احدی" "احد" اور یائے نسبت سے مرکب ہے جو آج کل بہ سکون حائے حطی کاہل اور سست آدمی کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ اس کی جمع اہدیوں (احدیوں) نہ ہو کر آحاد ہونا چاہئے۔ ان فوجیوں کا افسر اعلیٰ بخشی الآحاد کہلاتا تھا۔ ایک اور اصطلاح چتر تورغ یا طورغ کو ص ۲۰۶ پر "چتر طوق" اور اسی صفحہ پر تومان تورغ یا طومان طوغ کو "طومان طوق" تسوید فرمایا ہے گویا مغل امراء پر بادشاہ کی طرف سے نہ صرف چتر وغیرہ ہی سایہ فگن ہوتے تھے بلکہ طوق بھی ان کی گردن کا پھندا بننے کے لئے منتظر رہتا تھا۔ اصل میں طوق اُس بھاری حلقہ کو کہتے ہیں جو مجرموں کے گلے میں ڈالا جاتا ہے تاکہ اس کی وجہ سے وہ اپنی گردن نہ اٹھا سکیں۔ اِسے طوغ سے کوئی نسبت نہیں ؏

"کوئی نسبت بھی ہے ان آنکھوں سے پیمانے کو"

طوغ ترکی لفظ توغ کا معرب ہے جو فوج کے علم یا نشان کو کہتے ہیں، اسی طرح طومان بھی ترکی لفظ تومان یا تمن کا بدل ہے جو گروہ خصوصاً دس ہزار آدمیوں کے معنیٰ میں مستعمل ہوتا ہے اور چتر ہندی لفظ چھتر کا معرب ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی شہزادہ سلیم اور مان بائی بنتِ راجہ بھگوان داس کی شادی کی تقریب کے سلسلے میں اپنی ایک مشہور نظم میں فرماتے ہیں ؎

اُدھر راجہ کی نو دیدہ گھر میں جلوہ آرا تھی
اِدھر شہزادہ پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علامہ کی اس نظم کا آخری شعر تو زبان زد عوام وخواص ہے ؂

تمھیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

مشہور یوروپین سیاح ٹیورنیر (Tavernier) جسے جہاں گرد لوگوں کا شہزادہ کہا جاتا ہے، ۱۶۴۰ء میں یہاں آیا تھا اور کم و بیش پچیس سال تک ہندوستان میں قیام کیا۔ بڑے بڑے امرا خصوصاً شائستہ خاں اور میر جملہ سے اس کے دوستانہ مراسم تھے، اس ٹیورنیر کو ص۲۲۳ پر "ٹیورنیر" لکھا ہے۔ فرانکوبیس پلسرٹ جو ۱۶۲۰ء میں ولندیزی فیکٹری کے گماشتہ کی حیثیت سے ہندوستان آیا۔ اس کی تصنیف 'ریمنسٹرینٹی' اس کے سات سالہ قیام ہندوستان کے تجربات کی عمدہ دستاویز ہے جس کے بعض بیانات نہایت دلچسپ ہیں۔ اسے ص ۲۳۰ نیز ص ۲۵۱ پر پلسارٹ اور ص ۲۵۲ پر پیلیسرٹ لکھا ہے۔ 'انڈیا ایٹ دی ڈیتھ آف اکبر' کے مصنف مورلینڈ کو ص۱۰۶ پر "مولینڈ" اور ص ۱۴۰ پر "مولین" بنا دیا ہے۔ فریر (Frayer) کی تاریخی تصنیف 'A New Account of the East India and Persia' کا ترجمہ ص۲۴۷ پر "مشرقی ہندوستان اور ایران پر ایک نئی نذر" کے عنوان سے کیا ہے گویا مشرقی ہندوستان اور ایران کی دیوی پر ایک نئی پبلک اور بھینٹ چڑھائی جارہی ہے۔ یہاں 'نذر' کی بجائے 'نظر' ہونا چاہیئے۔ یوں بھی Account کا ترجمہ نظر نہیں ہوتا۔ سرگذشت وغیرہ لکھنا مناسب تھا۔ فریر کو ص ۱۶۶ پر "فرامیر" اور حاشیہ ۲ میں 'فرائر' لکھا ہے۔ بعض اداروں کے نام میں بھی کاتب نے تصحیف اور بے جا تصرف سے کام لیا ہے۔ مثال کے طور پر پیش لفظ سے پہلے صفحہ پر "انڈین کاؤنسل آف ہسٹاریکل ریسرچ" کو "انڈین کارنسل آف ہسٹاریکل" انڈیا آفس کو ص۳۳۹ پر "انڈیا آفس" اور انگلینڈ کی مشہور زمانہ یونیورسٹی 'کیمبرج' کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ص ۲۲۶ پر "کیرج" بنادیا ہے نیز مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ کے "سبحان اللہ [illegible] ص ۲۳ پر "سبحان اللہ" بناتے ہوئے قومی یکجہتی کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ کاتب جناب محمد معروف صاحب بحر تیوری سے درخواست ہے کہ وہ اس جذبہ کو اپنے وطن مالوف بحر تیوری میں بھی پروان چڑھائیں تو بہتر ہے۔

برادرانِ وطن کے بہت سے نام سے بھی صحیح املا کے ساتھ انصاف نہیں فرمائے گئے مثلاً "شیخ الاسلام بن قاضی عبدالوہاب کے ملازم اور بعد ازاں جودھپور کے حاکم ایسر داس ناگر صاحب فتوحاتِ عالمگیری کے نام ص ۱۲، ۴۸ نیز دوسرے کئی صفحات پر "ایشر داس" اور ص ۳۳۸ ح ۱ پر "ایسر داس" لکھا ہے۔ داس (غلام) تقریباً ایسر ہی ہوتا ہے۔ بہرسو اردو کا معمولی طالب علم بھی اسے شاید ہی "ایشر" لکھنے کی غلطی کرے اور اکبری عہد کے معروف جرنیل امبیر کے راجہ مان سنگھ کچھواہہ کو ص ۱۶۶ پر "کچھاوا" اور ص ۲۷۹ پر "کچھاواہا" ناجہ مہا سنگھ بھدوریہ کو ص ۲۸۳ پر "ماہا سنگھ" کشن سنگھ تنور (तंवर) کو ص ۱۸۵ پر "تولور" تلنگ راؤ کو ص ۳۰۶ پر تلنگ راؤ جمیت سنگھ کو ص ۳۴۴ پر "جیت سنگھ" اورنگ زیب کے مشہور کروڑی رِسکداس کو ص ۱۳۴ پر "سکداس" تحریر فرمایا ہے۔ یہ وہی رسکداس ہے جسے اورنگ زیب نے اپنے آٹھویں سنِ جلوس میں عاملین پرگنہ کو احکام شاہی پر کاربند ہونے کے لئے ایک فرمان جاری کیا تھا۔ مؤرخ ایس۔ آر پھرڈکے اور پرماتما سرن کو علی الترتیب ایس۔ آر۔ پھڈکے اور پرماتما سرن (ص ۱۷۵، ۳۴۹) اور راج سنگھ کو ص ۱۰۰ پر "واج سنگھ" تحریر کیا ہے ؎

جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ص ۲۵۷ پر لفظ "نوواردوں" کو "نواردوں" اور ص ۲۵۹ پر "نوادِروں" یعنی نادر کی جمع الجمع ثبت کیا ہے۔ حیرت اس وقت ہوتی ہے جب ص ۲۲۲ پر پہلی ہی سطر میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دمیں جمع متکلم کے صیغہ میں "تجارد ہی" لکھا ہوا دیکھتے ہیں۔ دیباچہ میں ص ۷ ۔
شکور" کا استعمال بھی برمحل نہیں ہوا ہے۔ یہ لفظ چار دفعہ شکر گذار کے
استعمال کیا ہے۔ یعنی "جناب بہاالدین طیب جی کا مشکور ہوں ؛۔۔۔ ڈاکٹر
چند کا بہت مشکور و ممنون ہوں ،۔۔۔ جہا ماج کمار۔۔۔ کا بے حد مشکور
۔۔۔ مسز سعید انصاری کا اُن کے تعاون کے لئے مشکور ہوں۔" گو راقم الحروف
ان و ادب کا طالب علم نہیں تاہم اس لفظ کے استعمال کے سلسلے میں اتنا عرض
شکور کی نسبت اُس شخص کی طرف کی جاتی ہے جس نے احسان کیا ہو نہ کہ جس
ہوا ہے چنانچہ مذکورہ فقرات میں "شکر گذار" استعمال ہونا چاہیئے تھا نہ کہ
۔ عوام الناس اسے ممنون کے معنی میں اسی طرح استعمال کرتے ہیں جس طرح
و "مرتشی" اور "خالص کو "خالص" کے معنی میں۔ اتنا شکر ہے کہ مندرجہ بالا ایک
یں "حد" صحیح لکھا ہوا ہے ورنہ ص ۲۴۳ کے ح ۲ میں "ہدبندی" لکھا ہوا ملتا ہے۔
کے بجائے "فوتی" کا استعمال بھی جا بجا دیکھنے کو ملتا ہے جو فصیح نہیں کہا جا سکتا۔
رے بھی ثقالت سے پُر ہیں۔ ص ۸۵ پر "حکومت حکمت کی عملی" لکھا ہوا ہے جسے
ت کی حکمت عملی" ہونا چاہیئے تھا اور ص ۱۱۱ پر "کار سار خزانہ" کو "کا سارا خزانہ"
امات پر محسوس ہوتا ہے کہ ترجمہ سلیس و با محاورہ نہ ہو کر محض لفظی ہے اور کہیں
خیال بھی گذرتا ہے کہ اصل مقالہ کے بعض فقرات کا ترجمہ محذوف ہے۔ چونکہ
ار کے پاس ڈاکٹر محمد اطہر علی صاحب کی اصل تصنیف موجود نہیں ورنہ مقابلہ
دیکھ لیا جاتا۔ بیورو کی شائع کردہ تاریخ جہانگیر اور تاریخ شاہ جہاں کے
فحات میں یہ نقص راہ پا گیا ہے جسے ممکن ہے طبع ثانی میں دور کر دیا گیا

مندرجہ بالا امور کے علاوہ زیر نظر کتاب میں بہت سے عام اور روز مرہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بول چال کے الفاظ بھی غلط املا کے ساتھ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ شفقت ص۱۲ اور دوسرے صفحات پر خانزادگان یا خان زادوں کو ذیل بحروف سے تحریر کیا ہے۔ عروسہ ص۱۳ پر "عروسہ" ہمعصر ص۲۷ پر "ہم عصر" منافرت ص۳۶ پر "منافرت" منہا ص۵۹ پر "منہا" حصول الاعشاریہ ص۶۵ پر "اصول الشماریہ" سوم یا سویم ص۷۱ پر "صیم" مستثنیٰ ص۷۸-۸۲ پر "مشتنیٰ" موافقت ص۹۰ پر "مواقت" تسبیح ص۹۵ پر "تسبیح" عمادالملک ص۱۰۵ پر "عماد الملک" جائیداد ص۱۰۷ پر "جایداد" دائرہ ص۱۱۸ پر "دائر" اقطاع ص۱۲۰ پر "اقطا" حوالگی ص۱۲۵ پر "حوال گی" مزاحمان ص۱۳۴ پر "مزاحیان" واقعۂ ذیل ص۱۳۶ پر "واقعے ذیل" بالمقطع ص۱۴۱ پر بالمقطہ موروثی ص۱۴۳ پر "موروثی" مشتعل ص۱۴۸ پر "مشتعل" لکھا ہوا ہے۔ ص۱۵۳ پر یہ فقرہ مخفی وکیل دلسوز کی کوششوں کے باوجود "محل نظر ہے۔ ص۱۵۹ پر تنازعات کو "تنا زاعات" اور توجیہ کو ص۱۶۳ نیز ص۱۶۲ پر "توجیح" تحریر فرمایا ہے۔ جابجانہ ص۱۶۷ پر "جا رہانہ" پیپا ص۱۶۹-۷۲ پر "پیپہ" استغناء ص۱۷۱ پر "استغفار" رونما ص۱۷۵ پر "رونماں" جرأت ص۱۷۴ پر "جرئت" عائشہ بانو ص۲۰۹ پر "عائشہ بالوں" مصالحت ص۱۷۹ پر "مطالحت" تشخص مآب ص۲۰۵ "تشخیص مآب" میزول ص۲۲۱ پر "میزدل" تجارتی مزاج ص۲۲۸ پر "تجارتی مزاد" تجدید ص۲۳۶ پر "تجوید" ملاحی "ص۲۳۴ پر "ملاہی" خدم وحشم ص۲۵۱ پر "قدم و خشم" لابدی ص۲۵۵ پر "لابُد" ماخذ ص۲۴۳ پر "اخذ" ایک حصہ ص۲۴۴ پر "احصہ" برآرت ص۲۴۱ پر "برآت" اور اسی صفحہ کی سطر ۱۲ پر "برات" داروغہ ص۲۱۴ پر "دادوغہ" اسی صفحہ پر صحیفہ "صیحفہ" آغا خورد ص۲۳۲ پر "آغا خرد" نضبت ص۲۴۱ پر "نفضت" ہبہ ص۲۴۳ پر "جبہ" "سترہویں صدی" ص۶۷-۸ پر "سترویں صدی" اور پنج ماہہ، ہشت ماہہ ص۸۰ پر --- ۱۱۰ "نیز شش ماہانہ کو ص۷۹ پر "ششت ماماہ" تحریر فرمایا ہے۔ ان الفاظ کے علاوہ بیسیوں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفاظ بھی غلط لکھے ہوئے مثلاً "شیعیوں" کو ص ۳۸ نیز ۵۸ اپر "شعیوں" اور ۷۰ اپر "شیعہ" کو "شعیہ" ص ۲۰ پر عالمگیری کو "عالم گری" وغیرہ لکھا ہے۔ بہرکیف اس قسم کی اغلاط کا احاطہ دشوار ہے۔

ترقی اردو بیورو کی شائع کردہ کتاب تاریخ شاہ جہاں کی اغلاط کی نشاندہی کرتے ہوئے پروفیسر محمد اسلم صاحب نے فرمایا تھا کہ "تاریخ شاہ جہاں کی طباعت ڈاکٹر سید اعجاز حسین (مترجم) صاحب اور اُن سے بھی بڑھ کر ترقی اردو بورڈ کے لئے باعثِ بدنامی ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ترقی اردو بورڈ اردو کے تنزل کے لئے کوشاں ہے۔" (برہان دہلی بابت فروری ۱۹۸۱ء) راقم الحروف "اورنگ زیب کے عہد میں مغل امراء" کی نسبت اتنا سخت ریمارک کرنے کی جسارت تو نہیں کرسکتا البتہ اتنی گذارش ضرور ہے کہ اردو بڑی نازک اور لچونتی زبان ہے لہٰذا اردو داں حلقوں کا فرض ہے کہ اس کی نزاکت کو برقرار رکھنے کی سعیٔ مشکور کی جائے اور الٹا سیدھا لکھ کر اس کے خوشنما چہرہ پر لاجوردی نقاب (ماتمی جامہ) نہ ڈالا جائے۔ ورنہ اگر اسی طرح لاتعدو لاتحصیٰ اغلاط کے ساتھ ترقی اردو بورڈ کتابوں کی طباعت کراتا رہا تو روحِ غالب سے معذرت کے ساتھ ہمیں یہ عرض کرنے میں کوئی تامل نہ ہوگا کہ ؎

یوں ہی گر "لکھتا" رہا غالب تو اے اہلِ جہاں
دیکھنا اِس "ریختہ" کو تم کہ ویراں "ہوگئی"

© rasailojaraid.com